عہد نبویؐ میں اقامتِ دین کے نظائر کا تحقیقی مطالعہ

A research study of the examples of Iqamat-e-Deen in Prophet's era

Inayat ur Rahman
PhD Scholar Department of Islamic Thought and Civilization
School of Social Sciences and Humanities (SSH) UMT Lahore
Email: inayatbary@gmail.com
Ghulam Mustafa
PhD Scholar Department of Fiqh and Sharia
The Islamia University of Bahawalpur
Email: minqilabi123@gmail.com
Dr. Sajjad Ahmed
Assistant Professor Institute of Islamic Studies
Mirpur university of science and technology Mirpur AJK
Email: sajjad.iis@must.edu.pk

Abstract
Islam serves as a complete code of life, intended to guide all aspects of human existence. Its comprehensive guidance applies to every field of human life, leaving no aspect without direction. When adhered to and implemented, God's creatures experience peace and comfort. However, it is disheartening to note that the entire Muslim Ummah finds itself entangled in pervasive social corruption today. This predicament arises from our academic recognition of Islam as a code of life, while in practice, we have confined its application to individual lives and places of worship, viewing it as a mere collection of thoughts and rituals.
During the time of the Prophet (Peace be upon him), there were influences from earlier practices. Many individuals blindly followed these acts of worship and treated them merely as rituals. The Prophet (Peace be upon him) was the pioneer in abolishing, modifying, or preserving these rituals, emphasizing the importance of separating the requirements of ritual from the essence of Sharia.
Considering the same context, the current era differs from the era of the Prophet (Peace be upon him) due to various contemporary challenges and requirements. However, the foundational principles established during the Prophet's time remain steadfast. By drawing inspiration from that era, we can shape the best possible model for the present time."

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اسلام کو بطور ضابطۂ حیات پسند کر لیا ہے اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین فقط اسلام ہی ہے جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اسے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ(1)

اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے اس دین سے ہٹ کر جو مختلف طریقے اُن لوگوں نے اختیار کیے، جنہیں کتاب دی گئی تھی، اُن کے اِس طرز عمل کی کوئی وجہ اس کے سوا نہ تھی کہ انہوں نے علم آ جانے کے بعد آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لیے ایسا کیا اور جو کوئی اللہ کے احکام و ہدایات کی اطاعت سے انکار کر دے، اللہ کو اس سے حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگتی ہے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ(2)

اس فرماں برداری (اسلام) کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اس کا وہ طریقہ ہر گز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد رہے گا۔

معلوم ہوا کہ ہم اس ضابطے کے تحت مسلم معاشرے کا جائزہ لیں آج اُمت مسلمہ کی حالت یہ ہے کہ ہم نے تو عبادات کی حد تک اسوہ رسولؐ سے رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن معاملات میں اپنی مرضی کی یا دوسروں کی نقالی کر رہے ہیں۔ اسلام جو دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی کے لیے آیا تھا۔ ہم نے دنیا سے دور کر دیا۔ دنیا داری کے لیے سابقہ مروجہ، جاہلانہ طور طریقوں کو مستند سمجھا ہے۔ ہماری عبادات نے رسوم کی شکل اختیار کر لی ہے، خشوع و خضوع اور خدا خوفی والی روح رخصت ہو چکی ہے۔ پورا معاشرہ فساد کا منظر پیش کر رہا ہے۔ زندگی کے ہر شعبے میں عدل مفقود اور ظلم کا چرچا ہے۔ رسمِ اذاں رہی روح بلالی نہ رہی کا مصداق بن چکا ہے۔ ان حالات میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہم صرف تقریروں اور بے روح عبادتوں پر مطمئن ہونے کے بجائے احکامات الٰہی کے مجموعے یعنی قرآن کی طرف پلٹیں اس کا فہم و ادراک حاصل کریں اور جزوی استفادے کے بجائے اسے مکمل صورت میں ہر شعبہ زندگی پر نافذ کریں۔ ورنہ یہ معاشرتی زوال تیز تر ہو جائے گا اور بالآخر ہم خدا کے معتوب بندوں کی طرح فنا کے گھاٹ اُتر جائیں گے۔

حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد عقائد کی اصلاح، عبادات کے طریقہ کار سے آگاہی، معاشرتی خرابیوں کا تدارک اور نیکیوں کے فروغ کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ کے دین کو غالب کرنا، باطل کے جھنڈے کو سرنگوں کرنا، اللہ کی شریعت کا نفاذ اور ادیان باطلہ کو شکست سے دوچار کرنا تھا۔ اس مقصد کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ قرآن کریم میں تین مرتبہ ایک ہی انداز اور یکساں الفاظ کے ساتھ دہرایا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

هُوَ الَّذِيْٓ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا(3)

وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اُس کو پوری جنس دین پر غالب کر دے اور اِس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔

هُوَالَّذِيٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَي الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ (4)

وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پورے کے پورے دین پر غالب کر دے خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

اللہ تعالیٰ اس بات کو ہر گز پسند نہیں کرتا کہ اس کا مقدس دین معاشرے کے اندر معطل اور پامال ہو اور اللہ تعالیٰ کے باغیوں کا نظام غالب ہو۔ عہد رسالت اور دور خلافت راشدہ اقامت دین کے عملی نمونے ہیں (5)۔

مراکز اسلام کا قیام:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاست مدینہ کی بنیاد رکھتے ہی پورے دین کو عملاً نافذ کر دیا تاہم اقامت دین کے حوالے سے سب سے پہلا کام جو آپؐ نے انجام دیا وہ مسجد نبویؐ کی تعمیر تھا۔ پروفیسر سید محمد سلیم مرحوم عہد رسالتؐ میں مسلمانوں کا نظام تعلیم کے عنوان سے تحریر کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو یہاں آپؐ کو ایک آزاد فضا میسر آئی۔ جہاں پر آپؐ نے ایک اسلامی معاشرہ تشکیل دیا اور اسلامی شریعت کو عملاً نافذ کر دیا۔ مسجد کی تعمیر اقامت نماز کے لیے ناگزیر تھی ۔اس کے علاوہ مسجد ایک عبادت گاہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دینی تعلیمی ادارہ تھا۔ جہاں درس و تدریس کی محفل جمتی تھی۔ دارالعدل تھا، جہاں قاضی تنازعات کے فیصلے سناتا تھا۔ مفتی مسائل کے فتوے دیتا تھا۔ مسجد کی ایک جامع حیثیت تھی، مسجد اسلامی حکومت کا دفتر ہوتا تھا۔ جہاں سے احکامات صادر ہوتے تھے۔ عمال روانہ کیے جاتے تھے۔ لشکروں کو جہاد پر روانہ کیا جاتا تھا۔ مسجد اسلامی حکومت کی بیت المال ہوتی تھی۔ جہاں خراج اور صدقات کو جمع کیا جاتا تھا۔ غرض مسجد مسلمانوں کی مختلف النوع معاشرتی اور ثقافتی زندگی کا مرکز ہوتی تھی۔ آپؐ نے نہ صرف مسجد نبوی پہلی فرصت میں تعمیر کرائی بلکہ صحابہ کرامؓ کے شانہ بشانہ کام کیا۔ آپؐ نے تعمیر مسجد کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے اللہ کی رضا کی طلب میں کوئی مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس طرح کا گھر جنت میں بنائے گا(6)۔ اس موقع پر آپؐ کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار نمایاں تھے اور آپؐ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے:

اللھم لاعیش الا عیش الآخرۃ فاغفر للانصار والمھاجرہ (7)

"اے اللہ بلاشبہ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے بس تو انصار اور مہاجرین کو معاف فرما۔"

آپؐ نے مسجد کی تعمیر کے ذریعے مدینے کی مسلم آبادی کو روزانہ پانچ وقت ایک مرکز پر جمع ہونے کا پابند کر دیا تاکہ مسلمان مل جل کر بندگی رب کی بجا آوری کے ساتھ ایک دوسرے کے حالات وواقعات سے آگاہ ہوں۔ تمام عبادات میں نماز ہی وہ واحد عبادت ہے جو اجتماعیت کی تعلیم وتربیت کا عملی کورس ہے۔ جو شخص نماز باجماعت کی اس ورکشاپ میں داخل ہوتا ہے وہ کندن بن کر اسلامی اجتماعیت کا علمبردار بن جاتا ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ جس طرح حضور ﷺ نے ریاست مدینہ کی تشکیل کے وقت جس کام کو سب سے زیادہ اولیت دی وہ مراکز اسلام یعنی مساجد کا قیام تھا۔ ہمارے قائدین بھی اپنے پہلے فرض یعنی مساجد کی اہمیت وضرورت کو سمجھیں اُن کے دائرہ اختیار میں جہاں جہاں ضرورت ہو وہاں مساجد تعمیر کرنے کی منصوبہ بندی کریں اور کارکنان تحریک کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ جہاں پر بھی ہوں اپنی قریبی مساجد سے تعلق کو مضبوط، مربوط، موئثر اور نتیجہ خیز بنانے کی جدوجہد کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (8)

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

جامع تربیت گاہ کا قیام:

مسجد نبویؐ کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد آپؐ نے لوگوں کی تعلیم وتربیت کا انتظام فرمایا۔ صفہ کے نام سے اسلام کی پہلی درسگاہ کا قیام عمل میں آیا جہاں معاشرے کے بے گھر اور بے سہارہ لوگوں کے لیے نہ صرف رہائش کا انتظام موجود ہوتا تھا بلکہ قرآن وسنت کی روشنی میں اُن کی ذہنی، فکری تربیت کا بھی اہتمام ہوتا تھا۔ آپؐ نے اسلامی ریاست کی حدود میں تعلیم وتبلیغ کا ایک مربوط نظام اور مسلسل انتظام فرمایا۔ سعید بن العاصؓ کو لکھنے پڑھنے کی تعلیم دینے پر مامور کیا اس تعلیمی ادارے میں مقیم شہریوں کے علاوہ عام شہری بھی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ جب اسلامی ریاست کا دائرہ وسیع ہونے لگا تو آپؐ نے مدینہ کے باہر بھی دینی تعلیم کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا بہترین انتظام فرمایا۔ بڑے بڑے مقامات پر تربیت یافتہ معلم بھیجے جانے کا اہتمام کیا جانے لگا۔ اس کے علاوہ آپؐ نے بیرون ملک اشاعت دین کے لیے دعوتی خطوط کا سلسلہ بھی جاری فرمایا(9)۔

اسلامی مواخات کا قیام:

ریاست مدینہ کی تشکیل کے بعد مسلم معاشرے کی ہم آہنگی، یکجہتی اور استحکام بھی آپؐ کے پیش نظر تھا۔ مہاجر اور انصار کے درمیان نسلی اعتبار سے بھی اور ماحول و مزاج کے اعتبار سے بھی اختلاف تھا۔ قرآن کریم میں اُن کی قربانیوں کو شاندار انداز میں خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ مدینہ منورہ ہجرت سے قبل خانہ جنگی کا شکار تھا۔ آپؐ نے ریاست مدینہ کا چارج سنبھالتے ہی اس کی کایا پلٹ دی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایسا بے نظیر انقلاب برپا کیا کہ دنیا حیران رہ گئی، تاریکی اور جہالت کو نور علم سے بھر دیا۔ باطل پرستی کو حق پرستی، نفس پروری اور خود غرضی کو ہمدردی، ظلم کو عدل سے، گستاخی اور سرکشی کو آداب و اطاعت سے اور فاقہ کشی کو خوش حالی میں تبدیل کر دیا۔ جہاں انسان انسان سے محفوظ نہ تھا وہاں شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ میں پانی پینے لگے۔ جہاں انسانی خون کی کوئی قدر نہیں تھی وہاں چرند پرند کی حفاظت فرض ہو گئی۔ جہاں عورت باعث عار تھی وہ باعث رحمت بن گئی۔ آپؐ نے حالت مظلومیت میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ صفا سے حضر موت تک ایک عورت اکیلی سفر کرے گی اُسے سوائے خدا اور کسی کا ڈر نہیں ہو گا، قادسیہ سے اکیلی عورت سونا اُچھالتی ہوئی کعبے کو آئے گی اُس کا کوئی بال بیکا نہ کر سکے گا(10)۔ رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی بن سلول معاشرتی خانہ جنگی سے فائدہ اُٹھا کر اپنے آپ کو ایک غیر جانب دار حکمران کے طور پر منوانے کی کوشش کر رہا تھا اور کچھ قبائل معاشرتی خانہ جنگیوں سے تنگ آکر انہیں حکمران تسلیم کرنے پر آمادہ بھی ہو گئے تھے آخر کار مواخات کے نتیجے میں پورا نہ ہو سکا۔ اس بھائی چارے کی فضا نے انصار و مہاجرین کو مل جل کر رہنے کا موقع فراہم کیا۔ دونوں کے درمیان تہذیبی اختلاف کا خاتمہ ہوا۔ اُن کی ذہنی اور فکری سطح بلند ہو گئی اُن کے خیالات میں وسعت و بلندی آگئی اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ لوگ قائدانہ صلاحیتوں کے مالک بن گئے۔ الغرض مواخات کے نتیجے میں معاشی مسائل حل ہو گئے۔ وسائل میں اضافہ ہوا۔ اس بھائی چارے کی فضا نے تمام جاہلی عصبیتیں تحلیل کر دیں، نسل و رنگ اور وطن کے امتیازات مٹ گئے اور بلندی و پستی کا معیار تقویٰ قرار پایا۔

آفاقی دستور العمل کا اجرا:

کسی بھی ریاست کی بقاء اور استحکام کے لیے اُس ریاست کے آئین اور دستور کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ریاست کے اندر بد نظمی اور شورش کے خاتمے اور اندرون ریاست نظم و نسق اور امن و امان کی فضا قائم کرنے کے لیے، دستور ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپؐ نے دیکھا کہ مدینہ میں نہ صرف بد نظمی اور شورش کا دور دورہ ہے۔ بلکہ وہ لوگ متمدن معاشرے سے محروم زندگی گزار رہے ہیں۔ آپؐ نے لوگوں کا ایک اجلاس بلایا جس میں مسلمانوں کے علاوہ یہودی قبائل اور بت پرست عرب بھی شریک ہوئے آپؐ نے اُن کے

سامنے ایک ریاست کے قیام کی تجویز پیش کی۔ تاکہ اندرون ملک نظم و نسق اور امن و امان کی فضا کو قائم کیا جاسکے اور بیرونی حملہ آوروں کے خلاف دفاع کا ایک باضابطہ نظام قائم کیا جاسکے۔ اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے 53 دفعات پر مشتمل ایک آفاقی دستور العمل مرتب کیا جو کہ نہایت جامع، مفصل اور عادلانہ تھا۔ تمام فریقوں کے لیے یکساں قابل قبول تھا اس معاہدہ نامہ کے ذریعے آپ ؐ نے نہ صرف اہل ایمان کو ایک متحد، منظم اور باضابطہ جماعتی نظم کا پابند بنادیا بلکہ مدینے کے اندر اور باہر بسنے والے تمام یہودی اور بت پرست قبائل کو بھی ریاستی قانون کے وسیع دائرے کے اندر لے آیا۔ اس دستور پر دستخط ہو جانے کے بعد ایک اسلامی ریاست کا باقاعدہ اعلان ہوا۔ مدینہ منورہ ریاست کا دارالخلافہ قرار پایا۔ اور رسول اللہ ریاست کے حکمران تسلیم کر لیے گئے۔ اس دستور کی رو سے آنحضرت ؐ کو عدالتی، تشریعی، فوجی اور تنفیذی اختیارات حاصل ہو گئے غرض اقامت دین کے حوالے سے اس دستور کی بنیاد پر کام کرنے کے لیے راہ ہموار ہو گئی[(11)]۔

اسلامی نظام زندگی کی ترویج و تنفیذ:

نماز کے لیے اذان کا اجرا:

اسلام کی تمام عبادات کا مرکز و محور اور اصل مقصود وحدت و اجتماع ہے۔ حضورؐ نے مدینہ منورہ میں جب اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی تو اس وقت اگرچہ نماز فرض تھی تاہم کسی خاص علامت کے نہ ہونے کی وجہ با جماعت نماز کی ادائیگی کا اہتمام نہیں تھا۔ لوگ وقت کا اندازہ لگا کر نماز پڑھتے تھے۔ آپ ؐ نے ارادہ فرمایا کہ کچھ لوگ مقرر کر دیئے جائیں جو نماز کے صحیح اوقات کا تعین کر کے لوگوں کو نماز کی طرف بلائیں۔ چنانچہ آپ ؐ نے اس مقصد کے حصول کے لیے صحابہ کرام ؓ سے مشاورت کی۔ مشورے کے دوران مختلف قسم کی تجاویز سامنے آ گئیں لیکن آپ ؐ نے حضرت عمر ؓ کی تجویز پر عمل کرتے ہوئے حضرت بلال ؓ کو اذان دینے کا باقاعدہ حکم دیا اور اسی طرح مدینہ کی اسلامی ریاست میں اذان کی ابتدا ہو گئی[(12)].

تحویل قبلہ کے حکم کا نفاذ:

نماز کے اندر قبلہ رخ ہونا گویا اُمت مسلمہ کو ایک ہی مرکز و محور اور اتحاد و اتفاق کا درس دینا ہوتا ہے۔ حضورؐ کے مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی تشکیل کے بعد تحویل قبلہ کا مسئلہ ایک سنگین قسم کا معاملہ تھا۔ آپ ؐ جب تک مکہ میں مقیم تھے دو ضرورتیں ایک ساتھ درپیش تھیں۔ ملت ابراہیمی کی تاسیس و تجدید کی بنیاد پر کعبہ کی طرف رخ کرنے کی ضرورت تھی۔ لیکن اس سے قبلے کی اصل غرض یعنی امتیاز و اختصاص حاصل نہیں ہوتی تھی کیونکہ مشرکین اور کفار مکہ بھی کعبہ ہی کو اپنا قبلہ مانتے تھے۔ اس لیے آپ ؐ جب

تک مکے میں رہے مقام ابراہیم کے سامنے نماز ادا کرتے تھے۔ جہاں دونوں قبلے سامنے آجاتے تھے۔ لیکن مدینہ منورہ میں معاملہ اس سے مختلف تھا۔ یہاں پر موجود مشرکین کا قبلہ کعبہ اور اہل کتاب کا بیت المقدس تھا چونکہ اہل کتاب ہونے کی حیثیت سے یہود و نصاریٰ کو مشرکین پر سبقت حاصل تھی۔ اس لیے نبی اکرم نے تقریباً ۱۶ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز ادا کی لیکن جب مدینہ میں اسلام کا دائرہ وسیع ہوا تو پھر اصلی قبلہ کو چھوڑ کر دوسری طرف رخ کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔ قرآن کریم خود بھی اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۚ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ [13]

یہ تمہارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں لو، ہم اُسی قبلے کی طرف تمہیں پھیرے دیتے ہیں، جسے تم پسند کرتے ہو مسجد حرام کی طرف رُخ پھیر دو اب جہاں کہیں تم ہو، اُسی کی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرو یہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی تھی، خوب جانتے ہیں کہ (تحویل قبلہ کا) یہ حکم ان کے رب ہی کی طرف سے ہے اور برحق ہے، مگر اس کے باوجود جو کچھ یہ کر رہے ہیں، اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔ یہ حکم نازل ہوتے ہی آپؐ نے اپنا رخ بیت المقدس کے بجائے کعبہ کی طرف پھیر دیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ایک حکم عملاً نافذ ہوا[14]۔

قولی و بدنی عبادات کا نفاذ:

مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت قائم ہونے کے بعد مساجد کا ایک جال بچھ گیا، عقائد و نظریات کی تعلیم کا ٹھوس اہتمام اور اس کی اشاعت و ترویج کے لیے موثر انتظامات کیے گئے۔ فرض نمازوں کا جماعت کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام ہوا، واجبات اور سنن کی تعلیم کے ساتھ نوافل اور تہجد پڑھنے کی ترغیب دی گئی۔ اہل ایمان کو عیدین کی نماز، نماز جمعہ، نماز جنازہ وغیرہ تمام نفلی نمازوں کی عملی تعلیمات کا اہتمام کیا گیا۔ نماز قصر اور نماز خوف کے احکامات بتائے گئے۔ طہارت، غسل اور بیت الخلا کے آداب بیان کیے گئے، مسواک، وضو، تیمم اور مسح کے تفصیلی احکامات بیان کیے گئے، عورتوں کے حوالے سے حیض و نفاس کے مسائل بیان ہوئے، نمازوں کے اوقات کار کا تعین امام اور مقتدی کے فرائض و حقوق متعین کیے گئے، میت کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے تمام مسائل واضح کیے گئے۔ زیارت قبول اور سوگ منانے کے سلیقے سکھائے گئے۔ ہر موقع و محل کے مطابق

دعائیں اور معاشرتی زندگی کے آداب سکھائے گئے۔ الغرض قولی وبدنی عبادات کے حوالے سے اقامت دین کا عمل مکمل ہوا[15]۔

مالی عبادات کا اجرا اور نفاذ:

جب اللہ تعالیٰ نے مالی صدقات کی تقسیم کا طریقہ کار متعین کر کے مصارف زکوٰۃ کی فہرست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دی تو آپؐ نے ریاست مدینہ میں غریبوں اور مسکینوں کو سہارا اور سنبھالا دینے کے لیے زکوٰۃ کا باقاعدہ نظام قائم کیا۔ آپؐ نے فرضی اور نفلی صدقات کے تمام احکام نافذ کر دیئے تاکہ معاشرے کے غریب اور بے یار ومدد گار لوگوں کو راحت اور خوش حالی میسر آسکے[16]۔

مالی وبدنی عبادات کے احکامات کا نفاذ:

نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے احکامات نافذ ہونے کے بعد حج کے احکام کا نفاذ اور عملی تربیت ابھی باقی تھی کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلِلهِ عَلَي النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (17)

لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے، اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہو جانا چاہیے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔

آپؐ نے نہ صرف حج اور عمرے کے احکامات کی حکمتوں کو بیان فرمایا بلکہ حج کی فرضیت اور عمرہ کے وجوب و شرائط کی تفصیلات بھی بیان فرمائیں۔ مناسک حج کے سارے احکام واضح کر دیے، چنانچہ حج جیسی عظیم عبادت کی ادائیگی کے لیے سن 10 ہجری میں حج پر جانے کا اعلان کر دیا۔ اعلان ہوتے ہی مدینہ منورہ کے علاوہ یمن، عراق، شام اور دوسرے علاقوں کے مسلمانوں کے قافلے مدینہ کی جانب رواں دواں ہو گئے۔ قربانی کے جانور ساتھ لیے۔ آپؐ نے تمام مسافروں کو احرام، واجبات اور سنتوں کے بارے میں بتایا۔ صحابہ کرامؓ کی بہت بڑی تعداد جو مستند روایات کے مطابق نوے ہزار سے ایک لاکھ تیس ہزار کے درمیان تھیں، ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ اس سفر میں امہات المؤمنین بھی ساتھ تھیں۔ مسلسل آٹھ راتوں کے سفر کے بعد ۴ ذی الحجہ سن 10 ہجری کو مکہ پہنچے۔ آپؐ نے حج بیت اللہ ادا کیا اور اسی موقع پر آپؐ نے میدان عرفات میں وہ تاریخی خطبہ دیا جسے انسانی حقوق کا پہلا چارٹر کہا جاتا ہے[18]۔

تزکیہ نفوس کا عملی نظام:

اہل ایمان کے اندر تقویٰ اور قرب الٰہی پیدا کرنے کے لیے جب اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے روزے فرض کیے تا کہ بھوک اور پیاس کا احساس پیدا کر کے لوگوں میں انسانی ہمدردی اور غم خواری کا جذبہ پیدا کیا جا سکے۔ آپ ؐ نے روزے کے متعلق تمام احکامات بیان فرما دیے۔ چاند دیکھنے، سحری اور افطاری کرنے اور روزے کی حالت میں معروفات اور ممنوعات کی پوری تفصیل آپ ؐ نے بیان کر دی۔ فرضی روزوں کے علاوہ نفلی روزوں کے اصول اور قاعدے سکھائے، اعتکاف اور شب قدر کی تلاش، قیام رمضان کے مسائل حتیٰ کہ قرآن مجید کی عظمت و فضائل، آداب تلاوت اور اختلاف قرأت کے جملہ مسائل بھی تفصیلاً بیان کر دیے۔ روزوں کے علاوہ روزہ دار کی کوتاہیوں کو پاک کرنے اور غریبوں اور مسکینوں کے لیے رزق کی فراہمی اور عید کی خوشیوں میں شامل کرنے کے لیے فطرانہ کو عملاً نافذ کر دیا۔ اور رمضان المبارک کے روزوں کی تکمیل پر شکرانے کے طور پر نماز عید ادا کی[19]۔

شراب پر پابندی:

دور جاہلیت میں شراب پینے کا کھلے عام رواج تھا۔ اسے معاشرتی تہذیب کا ایک حصہ تصور کیا جاتا تھا۔ جب حضور ﷺ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے تو پرانی جاہلی تہذیب کا دینی تقاضوں کے مطابق جائزہ لیا جانے لگا۔ شراب کے بارے میں یکے بعد دیگرے احکامات نازل ہوئے۔ ابتدا میں صرف شراب نوشی کے نقصان کو اُجاگر کیا گیا اور فرمایا گیا:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَـمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْـمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا[20]

پوچھتے ہیں: شراب اور جوئے کا کیا حکم ہے؟ کہو: ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے اگرچہ ان میں لوگوں کے لیے کچھ منافع بھی ہیں، مگر ان کا گناہ اُن کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی فطرت سے اچھی طرح آگاہ ہے۔ اس لیے وہ برائیوں کو ترغیب اور تعلیم و تربیت سے ختم کرتا ہے۔ یک دم قطعی حکم نافذ نہیں کرتا۔ اب اللہ تعالیٰ نے دوسری دفعہ شراب کے حوالے سے حکم نازل فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ[21]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ، جب تک تم یہ نہ جانو کہ کیا کہہ رہے ہو۔

اس حکم کے نزول کے بعد اگرچہ شراب نوشی کو مطلق حرام نہیں کر دیا گیا تاہم سیاسی لحاظ سے ایک سخت حکم نافذ کیا گیا تاکہ مسلمان پنجگانہ نمازوں میں حالت نشہ میں جانے سے گریز کریں۔ جب قرآن کریم میں آخری بار یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ(22)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہو گی۔

آپؐ نے مذکورہ بالا آیت کریمہ کے نزول کے فوراً بعد مدینہ منورہ میں عام منادی کرا دی اور لوگوں کو شراب کی حرمت کا حکم سنایا۔ حکم سنتے ہی لوگوں نے اس پر عمل شروع کیا۔ جس شخص کے ہاتھ میں جام تھا اس نے زمین پر دے مارا۔ کاروباری لوگوں نے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا حکم عملاً نافذ ہوا(23)۔

سود کی حرمت:

چونکہ سود کا دستور سرمایہ داری نظام کی اساس ہے۔ قرآن مجید میں اس کی سختی سے ممانعت آئی ہے، سود خوری کو اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ اعلان جنگ قرار دیا گیاہے۔ حرمت سود کا جب اعلان ہوا اور قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ(24)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہ بڑھتا اور چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو، امید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔

آپؐ نے سودی معاملات پر یکسر پابندی لگا دی اس سلسلے میں آپؐ نے ایک ہی جنس کے کم و بیش مقدار کا تبادلہ ممنوع قرار دے دیا تاکہ دھوکے اور غلطی یا ریا کا امکان باقی نہ رہے۔ صرف دست بہ دست برابر مقدار کے جنسی سودے کا جواز بخشا گیا۔ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ عمدہ قسم کی کھجور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لائے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دو صاع ناقص کھجوروں کے عوض ایک

صاع عمدہ کھجوریں خریدی گئی ہیں۔ حضور نے فرمایا ایسا نہ کرو اگر ضرورت ہو تو پہلے اپنی کھجوریں فروخت کر ڈالو اور ان کی قیمت سے دوسری کھجوریں خرید لو(25)۔

عملی جہاد کے نظام کا نفاذ:

جب ریاست مدینہ کی تشکیل کے بعد مسلمانوں کے قدم مدینہ منورہ میں پوری طرح جم گئے اور مدینہ منورہ دارالاسلام اور مسلمانوں کی مضبوط پناہ گاہ بن گیا تو اللہ تعالیٰ نے کافروں سے جہاد کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ ارشاد ہوا:

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (26)

اور تم اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو، جو تم سے لڑتے ہیں، مگر زیادتی نہ کرو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ(27)

حقیقت یہ ہے کہ مہینوں کی تعداد جب سے اللہ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے اللہ کے نوشتے میں بارہ ہی ہے، اور ان میں سے چار مہینے حرام ہیں یہی ٹھیک ضابطہ ہے لہٰذا ان چار مہینوں میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے سب مل کر لڑو جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ متقیوں ہی کے ساتھ ہے۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ(28)

اے ایمان لانے والو، ان کافروں سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے پھر اگر وہ فتنہ سے رُک جائیں تو ان کے اعمال کا دیکھنے والا اللہ ہے"۔

ان آیات کے نزول کے بعد آپؐ نے جہاد کا حکم عملاً نافذ کر دیا۔ جہاد فی سبیل اللہ میں بنفس نفیس شریک رہے اور اپنے پیروکاروں کو بھی جہاد میں شرکت کی ہمیشہ ترغیب دیتے رہے اور جہاد کے عمل کو تمام اعمال میں افضل ترین عمل قرار دیا۔ اپنی پوری زندگی میں جہاد کے نظام کو برقرار رکھا۔ ڈاکٹر علی محمد صلابی نے اپنی کتاب سیرت النبیؐ کے ص ۳۴۳ پر اقامت دین یعنی زمین پر اللہ کے دین کی حکمرانی قائم کرنے کو جہاد کے اہداف میں شامل کر دیا ہے اور کافروں کے ظلم و ستم کے خاتمے کے لیے جہاد کو ضروری قرار دیا ہے(29)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دشوار گزار فریضے کی ادائیگی کے لیے اہل ایمان کو نہ صرف ترغیب دی بلکہ اُن کی تربیت کا باقاعدہ اہتمام کیا، موت وحیات کا ایک نیا تصور پیش کیا۔ جہاد کی اہمیت اور فضیلت بیان کی۔ اس مقصد کے لیے اپنے جسم اطہر کو لہولہان کرادیا۔ دانت مبارک کی شہادت کا نذرانہ پیش کیا۔ غزوات میں شریک رہے اور دشمن کے حوصلے پست کرنے اور اُن کی معاشیات کی کمر توڑنے کے لیے متعدد سرایا بھیجے۔ ایک سپاہی کی طرح نہیں بلکہ ایک اعلیٰ فوجی جرنیل کی طرح اس مہم میں حصہ لیا[30]۔

نظام احتساب کا عملی نفاذ:

حضور ﷺ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدنی ریاست کے ابتدا ہی سے احتساب کا ایک بہترین نظام قائم کیا تھا لیکن آپؐ کے مرض الوفات میں مسلمانوں کے سامنے یہ اعلان کرنا کہ مجھ سے اپنا حق وصول کرلو گویا مسلمانوں کو تعلیم دینا اور قیامت تک آنے والے مسلمان حکمرانوں کے لیے ایک بنیاد فراہم کرنا تھا تاکہ مسلمان یہ بات اچھی طرح جان لیں کہ کوئی بڑے سے بڑا حکمران بھی احتساب سے بالاتر نہیں ہے۔

آپؐ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں یہ ارشاد فرماکر سب کو حیران و ششدر کردیا کہ اے مسلمانو! میں نے جس کی کمر پر کبھی مارا ہو تو آج میری کمر حاضر ہے وہ آئے اور اپنا بدلہ لے لے، جس کا کوئی مالی مطالبہ ہے مجھ سے وہ مال سے بدلہ لے لے۔ خوب جان لو مجھے وہ شخص زیادہ پسند ہے جو اپنا حق مجھ سے لے لے یا معاف کردے[31]۔

جرائم کی حدود کا نفاذ:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا [32]

نہیں، اے محمدؐ، تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں، بلکہ سربسر تسلیم کرلیں۔

مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد مسلمانوں کے باہمی تنازعات نیز ریاست میں وقوع پذیر ہونے والے جرائم کے سلسلے میں ایک مربوط نظام عدل یا نظام قضا کی اشد ضرورت تھی۔ آپؐ نے بحیثیت چیف جسٹس اللہ کے دین کے قیام اور اس کی حدود کے اجرا و نفاذ کے ضمن میں وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ[33] کا عملی نمونہ پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے زمانہ جاہلیت سے چلنے والے پنچائتی نظام کا

خاتمہ کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر الٰہی نظام حدود کو جاری فرمایا اور اپنی زندگی میں جرائم حدود سے متعلق کئی فیصلے صادر فرمائے[34]۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شرابی کو لایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا اسے مارو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپؐ کا ارشاد سن کر ہم نے اس کو ہاتھ سے مارا۔ کسی نے جوتے سے مارا اور کسی نے کپڑے سے اور جب وہ پلٹا تو کسی نے کہا اللہ تجھے ذلیل کرے تب آپؐ نے فرمایا ایسا نہ کہو اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو[35]۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک صاحب نبی کریم کے پاس آئے اور زنا کا اعتراف کر لیا۔ لیکن آنحضور ﷺ نے ان کی طرف سے اپنا چہرہ پھیر لیا۔ جب انہوں نے چار مرتبہ اپنے لیے گواہی دی تو آنحضور نے فرمایا کہ کیا تم پاگل ہو گیے ہو؟۔ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر آنحضور ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم شادی شدہ ہو، انہوں نے کہا ہاں۔ آپؐ کے حکم سے انہیں عید گاہ میں رجم کیا گیا۔ جب اُن پر پتھر برسے تو وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ لیکن انہیں پکڑ لیا گیا اور رجم کیا گیا۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا، پھر آنحضور ﷺ نے بھلائی کے ساتھ اُن کا ذکر فرمایا اور اُن کی نماز جنازہ پڑھائی[36]۔

عبداللہ بن ابی ملیکہؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت غامدیہ آئی, رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا میں نے زنا کیا اور وہ حاملہ تھی۔ آپؐ نے فرمایا جب جنو تو آنا۔ جب اس نے بچہ جنا تو پھر آئی آپؐ نے فرمایا جب دودھ چھڑا و تو آنا پھر جب وہ دودھ چھڑا چکی تو آئی۔ آپؐ نے فرمایا جا لڑکے کو کسی کے سپرد کر دے۔ وہ سپرد کر کے پھر آئی تب حضور ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور وہ رجم کی گئی[37]۔

صفوان بن عبداللہ بن صفوانؓ سے روایت ہے کہ صفوان بن اُمیہ سے کسی نے کہا کہ جس نے ہجرت نہیں کی تو وہ تباہ ہوا تو صفوان مدینہ میں آئے اور مسجد نبوی میں اپنی چادر سر کے نیچے رکھ کر سو گئے۔ چور آیا اور اُن کی چادر لے گیا۔ صفوان نے اُٹھ کر چور کو گرفتار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ آپؐ نے چور سے پوچھا کیا تو نے صفوان کی چادر چرائی ہے وہ بولا ہاں۔ آپؐ نے اُس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ صفوان نے کہا میری نیت یہ نہیں تھی یا رسول اللہؐ وہ چادر اس پر صدقہ ہے آپؐ نے فرمایا تجھ کو یہ امر میرے پاس لانے سے پہلے ذکر کرنا چاہیے تھا۔ حضور ﷺ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان کی سفارش منظور نہیں کی اور چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا[38]۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عکل قبیلے کے چند آدمی حضور ﷺ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اسلام قبول کیا، پھر مدینہ کی ہوا اُن کو ناموافق آئی۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو حکم دیا تم زکوٰۃ کے اونٹوں میں چلے جاو۔ اُن کا دودھ پیو، انہوں نے ایسا ہی کیا جب بھلے چنگے ہو گئے تو مرتد ہو گئے اور چرواہوں کو جان سے مار کر اونٹ بھی بھگا لے گیے۔ آپؐ نے صحابہؓ کو اُن کے تعاقب میں بھیجا وہ گرفتار ہو کر آئے۔ آپؐ نے ان کے ہاتھ پاوں اُلٹے سیدھے کٹوائے۔ اُن کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیر دی گئی ،اُن کے زخم تلے نہیں گئے یہاں تک کہ وہ مر گئے [39]۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کے لیے کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کا کوئی مرتکب ہوتا تو اس سے خاص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے بدلہ لیتے [40]۔

خلاصہ:

عہدِ نبوی ﷺ تمام ادوار کے لیے اور تمام افعال واعمال کے لیے درجہ سند کی اہمیت رکھتی ہے۔اس کے بغیر کسی بھی اسلامی فکر تہذیب اور عمل و تحریک کامیاب نہیں ہوتی اور نہ ہی سیدھی راہ پاتی ہے۔ عہدِ نبوی کو سامنے رکھتے ہوئے انفرادی فعل سے لے کر اجتماعی امور تک انجام دینے کے لیے دلائل کا ہونا لازمی ہے۔ اقامتِ دین جو سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے بطور اصطلاح استعمال کی ہے، کو عہدِ نبوی سے جوڑنے کے لیے دلائل دیے ہیں اور اسے اپنی زندگی کا اہم فریضہ سمجھا۔ فی زمانہ اسلام کی اشاعت اور اس کی تنفیذ کے لیے کی جانے والی کوششوں کو بھی اقامت دین کے دائرے میں پیش کرنے کی ضرورت پہلے سے بڑھ کر ہے۔ تاکہ اسلام اپنی اصل شکل وفطرت میں سامنے آجائے۔ اس کی برکات وثمرات سے دنیا مستفید ہو۔ درج بالا سطور میں انہی باتوں کا جائزہ لیا گیا۔

حوالہ جات

1. سورۃ آل عمران 19:3
2. سورۃ آل عمران 85:3
3. سورۃ الفتح 28:48
4. سورۃ الصف 9:61
5. شبیر احمد، حافظ، پروفیسر، سیرت رسولؐ کا معاشرتی پہلو، ص:۱

6. بخاری، الجامع الصحیح، ص:78، حدیث نمبر 450
7. کلیروی، محمد سعید، تذکرے میرے حضور ﷺ کے، دارالقدس پبلشرز، لاہور، س۔ن۔ ص:91
8. سورۃ الحج 41:22
9. خالد علوی، انسان کامل، یونیورسٹی بک ایجنسی انار کلی، لاہور، 1974، ص:377
10. عبد الرؤوف ظفر، ڈاکٹر، اسوۂ کامل، فضلی بک، سپر مارکیٹ اُردو بازار، لاہور، 2009، ص:277
11. محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، (مترجم پروفیسر خالد پرویز)، محمد رسول اللہؐ کی حکمرانی وجانشینی، بیکن بکس قذافی مارکیٹ اُردو بازار، لاہور، 2006، ص:15
12. نعمانی، شبلی، سیرت النبیؐ، ارزیڈ پیکجز لاہور، 1408ھ، جلد اول، ص:169
13. البقرۃ 144:2
14. نعمانی، شبلی، سیرت النبیؐ، جلد اول، ص:177
15. فاروق احمد، مصطفوی، مدنی عالمی ریاست، مجلس التحقیق والنشر الاسلامی لاہور پاکستان، 2012، ص:375
16. فاروق احمد، مصطفوی، مدنی عالمی ریاست، ص:375
17. العمران 97:3
18. قیوم نظامی، معاملات رسولؐ، جہانگیر بکس، گلبرگ، لاہور، س۔ن، ص:115
19. صلابی، علی محمد، ڈاکٹر، سیرت النبیؐ، دارالسلام غزنی سٹریٹ اُردو بازار، لاہور، 1433ھ، ص:305
20. البقرہ 219:2
21. النسا 43:4
22. القرآن 90:5
23. قیوم نظامی، معاملات رسولؐ، جہانگیر بکس گلبرگ، لاہور، س۔ن، ص:170
24. آل عمران 130:3
25. ماہنامہ دعوۃ، فروری 2013، ص:29
26. البقرہ 190:2
27. القرآن 36:9
28. القرآن 39:8

29. رزق اللہ احمد، مہدی، ڈاکٹر، (حافظ محمد امین) سیرت نبویؐ، مکتبہ دارالسلام، لاہور، 2009، ص:531
30. اعظمی ندوی، محمد لقمان، سید، ڈاکٹر، عہد نبوی کا مدنی معاشرہ، قرآن کی روشنی میں، اسلامک پبلی کیشنز، منصورہ لاہور، 1996، ص:160
31. عابد نظامی، خواجہ، ڈاکٹر، تاریخ کے جھروکوں سے، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، 2003، ص:124
32. القرآن 65:4
33. النور:2
34. شاہتاز، نور احمد، ڈاکٹر، تاریخ نفاذ حدود، فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، کراچی، 1998، ص:110
35. زین العابدین احمد بن عبد اللطیف الزبیری، ابو العباس، امام ابو محمد حافظ عبد الستار حماد، مختصر صحیح بخاری، دارالسلام پبلشرز، لاہور، 1999، جلد دوم، ص:1411
36. اعظمی، ظہور الباری، مولانا، تفہیم البخاری، دارالاشاعت اُردو بازار، کراچی، 1985، جلد سوئم، ص:679
37. وحید الزمان، علامہ، حضرت، شرح موطا امام مالک، مکتب رحمانیہ، اُردو بازار لاہور، کتاب الحدود، باب ماجاء فی الرجم، 1295ھ، ص:574
38. وحید الزمان، علامہ، حضرت، شرح موطا امام مالک، کتاب السرقہ، ص:584
39. سعید الزمان، علامہ، حضرت، تیسیر الباری، ترجمہ و تشریح صحیح بخاری شریف، کتاب المحاربین، ضیاء احسان پبلشرز لاہور 1990، جلد ششم، ص:317
40. سعید الزمان، علامہ، حضرت تیسیر الباری، کتاب المحاربین، جلد ششم، ص:350